ڈاکٹر قندیل بدر

صدر شعبہ اُردو، سردار بہادر خان ومن یونیورسٹی، کوئٹہ

بلوچستان میں مابعد نائن الیون اُردو نظم

(نئی فکری جہات)

Abstract:

Baluchistan is a victim territory of the global incident of Nine Eleven. The occurrence of this event brutally affected social life of the province and many issues also came in to existence. Like the other world, scholars and authors of this area started thinking and considering new and comparatively complex intellect references. Resultantly, Urdu poem created here specifically absorbed new and fresh thoughts in relation with this scenario. This paper has outlined only new topics of contemporary Urdu poem of Baluchistan which has been created in post nine eleven period.

Keywords:

Nine Eleven, Baluchistan, Urdu Poem, Terrorism, International Politics, Economic War, Media Role, Hyper Reality, Social Media, Freedom Moment

کسی بھی عصر کا زوردار اور حاوی مہا بیانیہ اور ادبی بیانیہ خارجی زندگی میں در آنے والی تبدیلیاں طے کرتی ہیں اور خارج ہمیشہ تبدیلیوں کی زد پر رہتا ہے۔ سیاسی واقعات، زمینی سانحات، قدرتی آفات کے ساتھ ساتھ سائنسی ایجادات اور علوم وفکر وفلسفہ کا حصہ بننے والے تجربات، ان تبدیلیوں کے مرہونِ منت ہوتے ہیں۔ بالخصوص سیاسی واقعات زندگی کے تمام معاملات اور انسانی سماجیات کے تمام شعبہ جات کو متاثر کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ انسان کی حسی اور جذباتی کیفیات کی شدت میں بھی اضافے کا باعث بنتے ہیں اور نفسیاتی طور پر بھی انسانوں کو کمزور کرتے ہیں۔ ہر عہد کا نمائندہ فکری مواد وہی ہوتا ہیں جو اسی زمانی عہد میں تخلیقی عمل کا حصہ بنتا ہے۔ یہ مطالعہ مابعد نائن الیون نظم، خارج میں شامل ہونے والے اسی فکری مواد سے متعلق ہے جو رواں عہد میں یہاں کی سیاسی فضا، سماجی زندگی اور نظم کا حصہ بنا۔ احتشام علی رقم طراز ہیں:

''معاصر اردو نظم کی آخری دو دہائیوں میں تعمیر کے ساتھ ساتھ ان تخریبی عوامل کو بھی کسی صورت نظر

اندازنہیں کیا جاسکتا، جو بڑی طاقتوں کے سامراجی اور توسیع پسند عزائم کا زائیدہ ہیں۔خصوصاً نائن الیون کے بعد جس طرح نت نئے کلامیے تشکیل دے کر دنیا کو آگ اور خون کے طوفان میں جھونکنے کی کوشش کی گئی ہے، اس کے نتیجے میں علمی اور ادبی دونوں سطحوں پر ایسا ردعمل سامنے آیا ہے جس نے معاصر اردو نظم پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔"(۱)

بلوچستان اپنے ثقافتی اور سماجی ڈھانچے کے اعتبار سے ایک الگ وجود کا حامل رہا ہے پھر یہاں کے سیاسی تناظر نے بھی اسے ہمیشہ دوسرے خطوں سے علیحدہ کیے رکھا ہے، اس پر ستم یہ ہوا کہ نائن الیون کی مابعد صورت حال سے براہ راست نبرد آزمائی بھی بڑی حد تک بلوچستان کے حصے میں آئی۔ ملک کے دیگر خطوں کی طرح یہاں کے لوگوں نے مابعد نائن الیون حالات کو محض خبروں کی حد تک نہیں سنا بلکہ یہ سب ان کے لیے آنکھوں دیکھا حال ہے۔ یہاں کے باشندوں نے موجودہ حالات سے پیدا ہونے والی بدصورتی کو بہت قریب سے دیکھا، سہا اور جھیلا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کی نظم جو ماقبل بھی اپنے انفرادی نشانات رکھتی تھی اب مزید امتیازات کے ساتھ ابھرنے لگی ہے۔ موجودہ تناظر میں بلوچستان میں تخلیق کی گئی نظموں کا فکری و موضوعی دھارا اپنی لامتناہی جہات سمیت تخلیقی پیرائے میں ڈھالا جا رہا ہے جنہیں تخلیق ہونے والی ہر نئی نظم میں محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اس عہد کی کوئی بھی نظم عصری چھاپ سے عاری نہیں۔ نائن الیون کے واقع ہونے کے ساتھ ہی بے شمار نئے نئے موضوعات انسانی اذہان اور شاعری میں داخل ہونے لگے جس سے ماقبل کی زندگی اور شاعری قریباً نابلد تھی چنانچہ عالمی سیاست، دہشت گردی، بم بلاسٹ، مختلف ممالک نیز پاکستان کے متاثرہ علاقے، نیو ورلڈ آرڈر، تہذیبوں کا تصادم، سامراجیت، نوآبادیات، عالمی سازشیں اور سیاسی چالیں، طالبان، داعش، دجال، ان سب کا پس منظر اور پیش منظر، میڈیائی کردار، موجودہ سماجی نظام، کارپوریٹ کلچر، صارف کلچر، ٹیکنالوجی کی بھگدڑ، نئی سماجی اخلاقیات اور انسانی تعلقات نیز دنیا کو لاحق خطرات جیسے کئی گھمبیر موضوعات ہماری زندگی اور ادب بالخصوص معاصر نظم کا حصہ بن گئے۔ ناصر عباس نیر کے بقول:

"مابعد گیارہ ستمبر دنیا طاقت، شناختوں، عقائد، نظریات، آئیڈیالوجی، بیانیوں، کلامیوں (ڈسکورسز) کی آویزش کی ایسی دنیا ہے۔ جس میں کوئی چیز پوری طرح واضح نہیں۔ آپ غیر جانب دار ناظر کے طور پر اس دنیا کو دیکھیں تو چکرا جائیں۔ اس دنیا میں واقعے سے زیادہ، واقعے کا ردعمل اور اس پر قائم ہونے والا ڈسکورس اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ یہ ڈسکورس، اشاعتی، برقی میڈیا، سوشل میڈیا میں جاری ہوتا ہے۔ میڈیا نے مابعد گیارہ ستمبر دنیا کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مابعد گیارہ ستمبر دنیا کے ڈسکورس اور سرد جنگ کے زمانے کے ڈسکورس میں بہت فرق ہے۔ سرد جنگ کے زمانے کے ڈسکورس میں دائیں اور بائیں کی شناختیں معدوم ہیں۔ اب شناختوں کا تعدد ہے، ایک ہی گروہ کی ایک سے زیادہ شناختیں ہیں۔ نہ طالبان کی واحد اور متعین شناخت ہے نہ اینٹی طالبان کی، ان سب کے ذیلی، مقامی گروہ ہیں جن کے مقاصد میں اختلاف ہے۔ ایک کھچڑی پکی ہوئی ہے اور سخت کنفیوژن ہے۔"(۲)

موجودہ تناظر نے شعری موضوعات کیگراف میں غیر معمولی اضافہ کیا۔مقامی سطح سے عالمی سطح تک کے ادب کے منصوبہ بند فکری وفنی سانچے ہر دو سطح پر تبدیل ہوئے۔نائن الیون کی گھمبیر تا پر غزل مکمل طور پر گرفت کرنے سے قاصر معلوم ہونے لگی جس کی وجہ سے ملک بھر میں جہاں نظم کے غلبے کو محسوس کیا جانیلگا وہیں بلوچستان میں بھی نظم ایک نئے ولولے اور غلغلے کے ساتھ بلند ہوئی اور جلد ہی اس نے ملکی سطح پر اپنی شناخت کو نہ صرف مستحکم کیا بلکہ کئی حوالوں سے امتیاز کے ساتھ دیکھی اور پیش کی جانے کے قابل بھی ہوگئی۔بلوچستان چونکہ خود ان حالات سے براہ راست اور شدید متاثرہ خطہ ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں تخلیق ہونے والی نظم میں وہ تمام موضوعات پوری شدت کے ساتھ رقم ہوئے ہیں، جو اس زمانی دورانیے میں یہاں کی زندگی میں داخل ہوئے۔یہ نظم ہر اعتبار سے بلوچستان کے تخلیقی سفر کا بہترین سرمایہ ہے جس کی یہ دولت بلوچستان مقامی سطح سے بلند ہو کر عالمی سطح پر مکالمہ کرنے لگا۔یہاں کے شاعروں کا عصری شعور اور فکری پختگی دیدنی ہے۔بلوچستان ہمیشہ سے ایک مزاحمتی خطہ رہا ہے حالات سے نبرد آزمائی اس کے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے سو ان عالمی مسائل سے بھی یہاں کے شاعر پوری ہمت کے ساتھ برسر پیکار دکھائی دیتے ہیں۔اس میں کوئی دورائے نہیں کہ ان حالات نے تخلیقی تجربات کو نئی سمتوں سے آشنا کیا اور فکر میں نمایاں تبدیلیاں دیکھنے کو ملیں۔سب تخلیق کاروں کی فکر ایک نقطے پر مرکوز ہوئی جو اس سے پہلے کے ادبی منظر ناموں میں مفقود تھا۔چنانچہ نظم نگاروں کی ایک بڑی کھیپ نے مل کر عصری منظر نامے کو پینٹ کیا جس سے ایک زوردار آواز پیدا ہوئی۔دانیال طریر رقم طراز ہیں:

> ''موجودہ بلوچستانی صورت حال کا تجزیہ کیا جائے تو بہت سے قضیوں کے سرے کہیں نہ کہیں نائن الیون سے پیوستہ نظر آئیں گے۔بلوچستان پر نائن الیون کے اثرات انتہائی گہرے بھی ہیں اور پیچیدہ بھی، پیچیدہ اس لیے بھی کہ بلوچستان کے خالصتاً نجی معاملات جو کہ نائن الیون سے قبل بھی موجود تھے۔ان واقعات کے بعد اپنی نوعیت کے لحاظ سے مکمل طور پر نہ سہی مگر بڑی حد تک تبدیل ہوگئے ہیں۔''(۳)

مابعد نائن الیون کلامیہ (Discourse) دہشت گردی اور اس سے جڑے مہابیانوں نے طے کیا ہے چنانچہ زیادہ تر نظمیں اسی تناظر اور اس سے جڑے متعلقات پر لکھی گئی ہیں۔جنگ کی فضا، بم بلاسٹ کے سنگین واقعات، خودکش، ٹارگٹڈ ایریاز اور وہاں کی صورت حال کو کئی نظموں میں پیش کیا گیا ہے۔اس طرح کی نظموں کی دو اقسام ہیں ایک تو وہ جو خود بلوچستان یا پاکستان میں ہونے والے سنگین حالات کی پیش کار ہیں اور دوم وہ جو دنیا میں ہونے والے جبر و بربریت کو پیش کرتی ہیں ان میں شام، عراق، بوسنیا، فلسطین، افغانستان بطور خاص شامل ہیں اسی سلسلے کی تیسری کڑی وہ نظمیں ہیں جو ایسے واقعات دنیا میں کہیں بھی ہوں، ان کے خلاف مزاحمت پر مبنی ہیں یا ان کے پس پردہ محرکات کا جائزہ لیتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں نیز بارود، نیوکلیئر بم اور تمام اسلحہ جات سے نفرت کو شدید لہجوں میں بیان کرتی ہیں۔اس موضوع سے جڑی تمام جزئیات ہماری نظموں کا حصہ بنی ہیں۔لیکن یہاں اس کی مثالیں بلوچستان کا دارالخلافہ'' کوئٹہ'' سے دیتے ہیں۔پچھلے اٹھارہ سالوں سے یہ مسلسل سانحات کی زد پر رہنے والا پاکستان کا واحد شہر ہے۔آج کی تاریخ تک کوئٹہ کا کوئی ایریا، کوئی ٹاؤن، کوئی روڈ، چوک، ہسپتال، یونیورسٹی، مسجد ایسی نہیں جہاں دہشت گردی یا ٹارگٹ کلنگ کا کوئی واقعہ پیش نہ آیا ہو۔بم بلاسٹ

کا کوئی سانحہ ایسا نہیں جس نے یہاں کے شاعروں کو خون کے آنسو نہ رلایا ہو، جس کی یاد میں کوئی دل خراش نظم نہ لکھی گئی ہو۔ چنانچہ میزان چوک واقعہ ستمبر ۲۰۱۰ء (۲۷ ہزارہ شہید ہوئے)، کرانی روڈ بلاسٹ فروری ۲۰۱۳ء (۹۱ لوگ شہید ہوئے)، سردار بہادر خان ویمن یونیورسٹی بم بلاسٹ جون ۲۰۱۳ء (۱۴ طالبات شہید ہوئیں)، اگست ۲۰۱۶ء (۷۰ سے زیادہ لوگ شہید ہوئے۔ اس بار وکلا کی ایک بڑی تعداد کو ٹارگٹ کیا گیا)، مستونگ دھماکہ جولائی ۲۰۱۸ء (۱۲۴ افراد شہید ہوئے)، ان واقعات کی تعداد اب گنتی سے باہر ہے مرنے والوں کے ساتھ اگر زخمیوں کو اور ان کے لواحقین کو بھی گنا جائے تو سوگوار گھرانوں میں شاید ہی یہاں رہنے والا کوئی گھرانہ محفوظ رہ گیا ہو۔ ان واقعات نے کوئٹہ کے ساتھ ساتھ اردگرد کے علاقوں کی زندگی کو بھی شدید متاثر کیا ہے۔ غرض یہ کہ کوئی سانحہ ایسا نہیں جس پر نظمیں نہ لکھی گئی ہوں۔ چند مثالیں دیکھیں:

''مگر کس کو خبر دنیا اچانک رنگ بدلے گی
فقط اپنا موقف ٹھونسنے کو
سگانِ نیم شب ہر اجنبی کو نوچ کھائیں گے
مسائل مختلف ہوں گے، مقاصد مختلف ہوں گے
گھروں کو آنے والے نوجوانوں کے بدن
مثالِ دستۂ گل ''تحفتاً'' گھر کو بھیجے جائیں گے''

(ہجوم بے ارادہ، منتخب حصہ، طالب حسین طالب)(۴)

''اب دفتر اور گھر کے رستے
خوف کا منظر لگتے ہیں
روز دھماکے، دہشت گردی اور
ٹارگٹ کلنگ سے
ہوٹر کی آوازوں تک
روز بریکنگ نیوز کے ٹکر چلتے ہیں
خوف کی اب عادت سی ہوئی ہے''

(خوف کی اب عادت سی ہوئی ہے، منتخب حصہ، افضل مراد)(۵)

''شہرِ مرگِ زیست میں
سانحوں کی رسم تازہ ہے ابھی تک
روز آنکھیں خواب سے محروم ہو کر بجھ رہی ہیں
اور سانسوں میں خلا آباد ہوتا جا رہا ہے
موت سینوں میں دھڑکتی ہے یہاں دل کی طرح
وقت کی ایسی ''جنازہ گاہ'' میں

میتوں کو کاندھا دیتے دیتے میرے
دونوں شانے تھک چکے ہیں''

(جنازہ گاہ، محسن چنگیزی) **(۶)**

اس عہد کی نظموں کا دوسرا اہم محرک عالمی سیاسی صورت حال ہے۔ سامراج کی شاطر چالوں کی نقاب کشائی اور عالمی سیاست کے بھیانک کردار پر غور وفکر ان نظموں کا مواد بنتا ہے، یہ ایک مشکل موضوع ہے لیکن ہماری نظم نے ''نظمیت'' کو برقرار رکھتے ہوئے سیاسی معاملات اور تناظر کو پینٹ کیا ہے۔ نائن الیون کے واقعے کا انتقام کس بے رحمی سے لیا گیا ہے۔ ایک عمارت کے معاشی نقصان کی قیمت کیسے وصول کی گئی اور چند ہزار افراد کا خون بہا کتنی جانوں نے ادا کیا ہے اور ابھی مزید بھی کر رہے ہیں نیز امن کی نئی تعبیرات کیسے کی گئیں اور ان کا عملی مظاہرہ کیا کیا تباہیاں لے کر آیا، یہ موضوع ہماری نظموں کا بنیادی پلاٹ بنتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ زمانی دورانیہ تہذیبوں اور مذاہب کے تصادم کو بھی نئے خطرات کے ساتھ لائم لائٹ میں لے آیا ہے۔ مذہبی کشمکش، اسلام، مسلمان ممالک اور ان کی حالت زار، مذہبی انتہا پسندی اور فرقہ واریت بالخصوص اس عہد کی نظموں کا بنیادی موضوع ہیں۔ غم وغصے کے اظہار کے ساتھ ساتھ ان نظموں میں مذہبی علامتوں میں ڈھانپ کر عالمی سیاسی چالوں کی پردہ کشائی کی گئی ہے اور کئی پس پردہ محرکات کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ نائن الیون کا واقعہ اپنے تمام تر ڈرامائی انداز اور پیش کش کے ساتھ یہاں کی نظم کا حصہ بنا۔ نظمیں ملاحظہ کیجیے:

''زمیں پر پن گرے گی
اور صدا ساری فضا میں گونج اٹھے گی
پرندے خون کی الٹی کریں گے
جس کی بد بو سے شجر تک سانس لینا بھول جائیں گے
حجر ایسے چھناکے سے شکستہ ہو کے بکھریں گے
کہ میخوں خاک کے اندر گڑی میخوں کے دل بھی کانپ جائیں گے
بشر کیڑوں مکوڑوں کے قد وقالب میں ڈھل جائیں گے''

(حال استقبال، منتخب حصہ، دانیال طریر) **(۷)**

''پل کے پل میں
کتنے شہر، دیہات اور قصبے تورا بورا ہو جاتے ہیں
امن اب گولی سے آئے گا
انکل سام نے فرمایا ہے
نیو ورلڈ آرڈر کی صورت میں
دنیا اور زمیں زادوں کے نام بھیانک خط آیا ہے''

(نیو ورلڈ آرڈر، منتخب حصہ، فیصل ریحان) **(۸)**

''دوسری طرف اندھا عقیدہ تلوار کی طرح
نفرت کے وحشت ناک ہاتھوں میں تھما دیا گیا ہے
قطار در قطار انسانوں کی گردنیں
بین الاقوامی گوشت سپلائی کرنے والی
کمپنیوں کی خودکار مشینوں میں
بے حس و حرکت جانوروں کے سروں کی طرح
خود بخود کٹتے جا رہے ہیں''

(خدا کو رحم نہیں آتا، منتخب حصہ، غنی پہوال)(۹)

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ یہ جنگ طاقت اور دولت کے حصول کی جنگ ہے جس میں دنیا کے امیر ترین ممالک کی حریص نظریں ان ممالک پر ٹکی ہوئی ہیں جہاں سے سرمایہ اور دولت حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ایسے میں تیسری دنیا کے ممالک آسان ترین شکار ہیں۔ ان کی دولت ہتھیانے کا ایک حربہ وہاں جنگی فضا کی تشکیل بھی ہے پاکستان بالخصوص بلوچستان کے سلسلے میں اسی حربے کو استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ نیا عالمی معاشی نظام، کارپوریٹ کلچر، صارفیت، کمرشلزم، مشین کے کردار اور کرنسی اور ذخیرہ اندوزی کی نظام پر بھی بے شمار نظمیں تخلیق ہوئی ہیں۔ یہ عصر متذکرہ بالا حوالوں سے سب سے زیادہ خطرناک اور سنگین حالات کا نمائندہ بنتا ہے۔ انسانی زندگی جتنی سستی اور بے وقعت اس عہد میں ہوئی اس سے قبل کبھی نہیں تھی چنانچہ یہ الیے موجودہ عصر کے ساتھ موجودہ نظم کا حصہ بھی پوری قوت کے ساتھ بنے ہیں۔ نظم دیکھیے:

''بحر و بر کے خزانوں سے ہٹ کر،
بقا کی تمنا کے مارے ہوؤں کے وسائل فقط
جستجو کے یہی پھول ہیں
جن کی جانب ترقی کے خواہاں اداروں کی
انسانیت کے بڑے ٹھیکہ داروں کی، نظریں نہیں
انکے آقاؤں کو سود کے کھیل سے کیونکہ فرصت نہیں
عالمی طاقتوں کی بڑی منڈیوں میں ابھی
خیر کے خواب کی کوئی وقعت نہیں......''

(وسائل، منتخب حصہ، نوشین قمرانی)(۱۰)

اس عصر میں میڈیائی کلچر نے بھی ایک نئی صورت حال پیدا کر دی ہے۔ میڈیا کے کردار، ہائپر ریالٹی، ٹیکنالوجی اور سوشل میڈیا کی یلغار بھی بہت سی نظموں کا غالب موضوع بن کر سامنے آئے ہیں۔ ظلم و بربریت، دہشت، خوف، زیادتی، بحران اور تشویش سے متعلق احساسات اس زمانی دورانیے میں میڈیا کی تشہیر کی بدولت بہت شدت اختیار کر گئے ہیں۔ ہر بھیانک واقعہ اور سانحہ میڈیا کے لیے کمائی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ بم بلاسٹ، دہشت گردی وقتل و غارت گری سے لے کر ہر طرح کی

زیادتیوں تک کی خبریں، بار بار دہرائی جاتی ہیں انسانی بے حسی اور سفاکیت کو بڑھانے میں خبروں کو Dramatize کرنے کا بڑا ہاتھ ہے جبکہ سوشل میڈیا نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی ہے۔سوشل میڈیا ایک ایسی رنگین دنیا ہے جس کی فراہمی نے دنیا کے تمام بڑے بڑے المیوں کو پس پشت ڈال دیا ہے یا لطیفوں، ناچ گانوں اور مضحک تماشوں کی نظر کر دیا ہے۔ سمارٹ فونز کلچر نے ہماری حساسیت، تمام اچھے جذبوں حتیٰ کہ انسانیت کو بھی قتل کر دیا ہے لیکن اصل المیہ یہ ہے کہ ہمارے پاس اس کے بارے سوچ و بچار کا بھی وقت نہیں ہے۔اس کے ساتھ ساتھ خفیہ کیمروں سے بنی اس نئی دنیا میں انسان ہر وقت دیکھے جانے کی اذیت اور کوفت میں مبتلا ہے۔موجودہ انسان جانتا ہے کہ اس کے ہر عمل پر غیر محسوس طریقے سے نظر رکھی جا رہی ہے، ہر طرف کیمرے نصب ہیں۔اس کا کوئی بھی عمل اب ذاتی یا شخصی نوعیت نہیں رکھتا ہے، وہ کس جگہ موجود ہے، کیا کر رہا ہے،اس کی انکوائری کی جا رہی ہے، یوں ہر ذی روح بنا کسی گناہ کے مشکوک بنا دیا گیا ہے۔شاعر ادیب دیگر معاملات کی طرح ان معاملات کو بھی بہت گہرائی سے دیکھتے ہیں۔وہ جانتے ہیں کہ اس انکوائری اور ڈیٹا کے حصول کے پیچھے عالمی طاقتوں کے کون سے عزائم پوشیدہ ہیں۔ان حوالوں کی نظمیں دیکھیں:

''ہر چینل پر سرخی پھر سے پھیل گئی!

......

ایمبولینس کے سارے ہوٹر
صدموں کا اعلان لیے
شہر میں پھیلی اک خاموشی کو چیر رہے ہیں!
اک افسانہ جاں بلب ہے
اڑتی گرد کو جھاڑ رہا ہے!
ہاسپٹل میں زخمی اک مضمون پڑا ہے!
لوگ گھروں میں کھانا کھاتے سارا منظر دیکھ رہے ہیں
اور سازش کے تانے بانے پچھلے دن کے بم حملوں سے جوڑ رہے ہیں
اس اثنا میں نئی بریکنگ نیوز چلی ہے!
لوگ بدل کر چینل پھر سے
باقی ماندہ میچ میں جاری، چھکے چوکے دیکھ رہے ہیں''

(قلم کے پھیلے آنسو، منتخب حصہ، محسن شکیل)(۱۱)

''اسے معلوم ہی کب ہے کہ یہ جو تیسری ہے
اس کے ریٹینا کا پچھلا در جہاں کھلتا ہے، وہ دیوار دنیا کو نکلتی ہے
(میری برداشت سہہ جائے، اگر بس ایک ہی دجال تم کو دیکھ سکتا ہو)
کبھی گاڑی چلاتے وقت کوئی بورڈ آ جائے

جہاں لکھا ہوا ہو سپیڈ کم رکھیں
یہاں سے کچھ قدم آگے سڑک پر کیمرے کی آنکھ تم کو دیکھتی ہے''

(6/6، منتخب حصہ، بلال اسود)(۱۲)

خود ''بلوچستان'' اس عہد کی نظموں کا ایک بنیادی موضوع بن کر ابھرا ہے۔ بلوچستان کی آزادی اس عہد میں موضوع بحث بننے والا ایک اہم موضوع ہے۔ بلوچستان کے دانشور اور سیاسی مدبر 'مرکز' کی بے اعتنائی اور یہاں کے مسائل سے متعلق لاپرواہی برتنے پر ہمیشہ سے کڑھتے آئے ہیں لیکن اس سوچ کو ایک تحریک اور جنگ کی شکل دینے میں نائن الیون کے ساتھ ساتھ وفاق کے غلط فیصلوں اور زیادتیوں کا بھی برابر کا حصہ ہے۔ اکبر بگٹی کی شہادت نے بلوچوں کے سارے زخم پھر سے تازہ اور ہرے کر دیے۔ تب سے بلوچ مزاحمت کا سلسلہ بھی برابر جاری ہے اور فوجی آپریشنز کا بھی۔ کئی نوجوان لاپتہ ہیں اور کئی کی بوری بند لاشیں موصول ہو چکی ہیں۔ گھر کے گھر بربادی کی کہانیاں سناتے ہیں، ماتم اور نوحوں کا ایک نامختتم سلسلہ ہے جو تھمنے میں نہیں آ رہا۔ بلوچستان کی ان ناگفتہ بہ حالات نے آزادی کے مؤقف کو ذہنوں میں مزید راسخ کر دیا یہاں کی شاعری ہمیشہ سے مزاحمتی رویوں کی حامل رہی ہے لیکن موجودہ تناظر نے اس رنگ کو اور بھی گہرا کر دیا ہے۔ چنانچہ اس حساس موضوع پر بھی کثرت سے نظمیں لکھی جا رہی ہیں۔ چند مثالیں دیکھیے:

''میں جہاں ہوں، جہاں رہ رہا ہوں
وہاں ان دنوں برف بھی آگ ہے
ان دنوں شعلہ رو ہیں وہاں ندیاں

وہاں ان دنوں بھوک ہے
بھوک نفرت زمینوں میں بوتی نہیں
بھوک بارود سے ختم ہوتی نہیں''

(موج ہے دریا میں، منتخب حصہ، دانیال طریر)(۱۳)

''میرا یہ جرم ہے کہ میں تمہیں آقا نہیں کہتا
تمہارے سامنے آ کر، مری گردن نہیں جھکتی
زباں مری، تمہارے خوف سے گونگی نہیں ہوتی
میں اتم کو دیکھ کر اپنی نگاہیں یوں اٹھاتا ہوں
کہ جیسے ناگ کے پھن کو کچلنے سنگ اٹھتا ہو''

(I am not your slave، منتخب حصہ، ذوالفقار یوسف)(۱۴)

''تیرہ زادوں کو بخشنے کے لیے
میرے کشکول میں نہیں کچھ بھی

اک حقارت بھری نظر کے سوا''

(پس رخ،منتخب حصہ،منیر رئیسانی)(۱۵)

''مرے اندر،غلام اقوام کے بدبخت لوگوں کی سرِ بازار کئی لٹکی ہوئی لاشیں

کئی لتھڑے ہوئے ابدان سڑکوں پہ،کئی سہمے ہوئے بچے!

کہ جن کے زرد چہروں پہ لگی دو بے اماں آنکھیں

ہر گھڑی بس گمشدہ والد کی راہیں تک رہی ہیں''

(گلہ،منتخب حصہ،عمران ثاقب)(۱۶)

معاصریت کی فکری کلیت کو گرفت میں لا کر لکھی جانے والی نظمیں جن تناظرات، مسائل اور پیچیدگیوں سے مل کر وجود پاتی ہیں، وہی نائن الیون تناظر کا سیاق بناتی ہیں۔نائن الیون کے بعد نظم تبدیل شدہ زندگی کی پیدا کردہ نئی حقیقتوں سے آشنا ہوئی۔فکری رجحانات کے پیدا کردہ بڑے سوالات سے متعارف ہوئی۔انسانی صورت حال کی ہیبت ناکی اور الم ناکی سے متاثر ہوئی۔نئے سانحات سے دوچار ہوئی اور ایک ایسی غیر یقینی صورت حال میں داخل ہوئی جس سے نکلنے کی کوئی صورت تا حال نظر نہیں آ رہی لہٰذا موجودہ نظموں کو چیخوں سے، کراہنے سے، ماتم سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔یہ تعفن زدہ، گھٹن زدہ اور بدبو دار معاشرے کے نوحے ہیں یہ نظمیں خون میں، آہوں میں، سسکیوں میں لتھڑی ہوئی ہیں، بددعائیں ہیں جو سراسر حقیقت پر مبنی ہیں۔یہ کسی انسان یا شاعر کے وسوسے یا وہم اور خوف نہیں ہیں بلکہ آنکھوں دیکھا اور دل پر بیتا حال ہے۔بلوچستان کا اپنا کلچر، اپنی تاریخ، روایات و اقدار ہیں۔ان کے ثقافتی رویے دیگر خطوں کے مقابل بہت مضبوط ہیں۔سخت سے سخت حالات میں بھی یہ مقابلہ کرنے والے لوگ ہیں لیکن سوچنے کا امر یہ ہے کہ پچھلے کچھ سالوں میں اس خطے نے کیسے حالات دیکھے ہوں گے کہ ان کے ہاں بھی سسکیاں سنائی دینے لگی ہیں، ماتم ہونے لگا ہے۔

''کتنی ماؤں کی کمزور بینائیاں، ناامیدی کی رت میں چھتیں اوڑھ کر سو گئیں؟

گرد میں کھو گئیں!

کون خوابوں کے منظر بکھرتے رہے؟

کتنے لہجے ہوئے منجمد، کچھ بتا! اے کبوتر بتا!

کس کی شادی تھی؟ کس کے جنم دن کا تہوار تھا؟

میں نہیں جانتا!

کس کا ماتم کروں؟ کس کا نوحہ لکھوں؟

اے کبوتر بتا!''

(معلوم اور نامعلوم کے بیچ،منتخب حصہ،احمد شہریار)(۱۷)

''مجھے ماتم کدوں کے چیختے عریاں نظاروں پر

کسی کے جابجا اڑتے بدن اور اس کے اعضاء پر

سسکتی بین کرتی خشک آنکھوں کے سمندر پر
کوئی نوحہ نہیں لکھنا!
مجھے یہ بھی نہیں لکھنا!
میں جس دھرتی پہ جنمی ہوں
وہاں پر رنگ کی تعریف اتنی ہے
کہ یہ بس لال ہوتا ہے''

(آخری سستی نظم، منتخب حصہ، انجیل صحیفہ)**(۱۸)**

اب اُس زمانے کو گزرے زیادہ وقت نہیں گزرا جب ہماری زندگی محبت، اخلاق، خیر، عبادت، خلوص، دوستی اور خواب جیسے لفظوں کی روشنی سے معمور تھی۔ ہماری نسل نے وہ بیٹھکیں، وہ پرسکون بازار، وہ سادہ کھانا پینا، بزرگوں کی خدمت جیسی کئی خوبصورت قدریں جی رکھی ہیں لیکن اب موبائل کی اسکرین میں جو کشش ہے وہ زندگی کے کسی تعلق میں نہیں۔ محبت، خیر اور خواب پچھلے وقتوں کے فسانے ہوئے، بازار افراتفری کے، محلے ویرانی کے، گھر بے گانگی کے اور دفتر مصیبت خانوں کے مترادف جگہیں بن گئی ہیں، جہاں کوئی خوشی سے نہیں جاتا اور کوئی بھی تہوار اب پہلے جیسی خوشی نہیں لاتا۔ اپنے گھر میں غیر محفوظ ہونا آج کے انسان کا مقدر ہے چنانچہ ''بے خدائی'' پر نظمیں لکھی جارہی ہیں۔ تباہی، قیامت، تابوت، قبریں، کتبے، سانپ، گدھ، اندھیرا، موت، غصہ، نفرت، خانہ بدوشی، مہاجرت، ڈیپریشن، بدسلوکی، تذلیل، چیخ، بین، نوحہ، مقتل، لہو اور ماتم جیسے لفظ اس عہد کا ڈکشن ترتیب دے رہے ہیں۔ ایک نظم دیکھیں:

''ذہن اک باغ تھا جس میں خیالوں کی حسیں پریاں مسلسل محورقصاں تھیں
حسیں گیتوں کا منبع تھے ہمارے لب، صبا کی دھن پہ گائے گیت
جن سے سارا گلشن جھومتا تھا
مگر اب....
کہاں گلشن کہ جھومے
صبا اپنی جگہ صرصر بھی نالاں ہے
لبوں پر پپڑیاں ہیں خامشی کی
ہمارے گیت مردہ ہو چکے ہیں
ذہن پر واہموں نے ایسے قبضہ کرلیا کہ
خیالوں کی وہ سب پریاں چڑیلیں بن چکی ہیں''

(سواب کچھ بھی نہیں ہے، منتخب حصہ، سانی سیّد)**(۱۹)**

نائن الیون کے بعد بلوچستان کی نظم کا مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس دور میں نظم کا لسانی نظام، اس کا معنوی دائرہ اور اس کی وضعی صورت بہت حد تک تبدیل ہوگئی۔ ماقبل نائن الیون یہاں کی نظم سیدھی سادھی اور زیادہ تر ایک ہی موضوع کے گرد اپنا

تانا بانا بُنتی، واضح اور براہ راست ہوتی تھی جس کے پس منظر میں بھی کوئی اور کہانی یا اشارے موجود نہیں ہوتے تھے جبکہ مابعد نائن الیون تناظر مکمل طور پر تبدیل ہو گیا ہے اب اگر سادہ اور اکہری سطح کی نظمیں بھی تحریر ہوتی ہیں تو ان کے پس پشت کوئی اور کہانی، کئی اشارے اور پیراڈاکسز موجود ہوتے ہیں جس کی وجہ سے سادہ نظم بھی سادہ نہیں رہتی بلکہ کسی خاص کلامیہ (Discourse) کی حامل ہو جاتی ہے۔ دہشت اور جنگ کی فضا ہمیشہ تخریبی نوعیت کی ہوتی ہے اور ہر تخریب کسی نئی تعمیر کا پیش خیمہ، یہاں کی نظم کو بھی اس تخریب کی واحد تعمیری پیداوار قرار دیا جا سکتا ہے۔ المختصر بلوچستان کی نظم ان بین الاقوامی رجحانات کی غمازی کرتے ہوئے بھی اپنے مقامی وجود سے خائف نہیں ہوئی بلکہ اپنے مقامی وجود، اس کی شناخت اور تحفظ کی علم بردار رہی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ احتشام علی،جدید اردو نظم میں عصری حسیت،(لاہور: سانجھ پبلی کیشنز،۲۰۱۵ء)،ص۲۱۲

۲۔ ناصر عباس نیر،مابعد نائن الیون دنیا اور منٹو،مشمولہ: نقاط۔(فیصل آباد:۱۱ر دسمبر۲۰۱۲ء)،ص۱۲۶

۳۔ دانیال طریر،معاصر تھیوری اور تعین قدر،(کوئٹہ: مہر در انسٹیٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ پبلی کیشن،۲۰۱۲ء)،ص۲۷

۴۔ طالب حسین طالبؔ،شہر سے گلیوں تک،(لاہور: الحمد پبلی کیشنز،۲۰۱۱ء)،ص۸۵

۵۔ افضل مراد،خوف کی اب عادت سی ہوئی ہے(نظم)،مشمولہ:تسطیر،(راولپنڈی:۶ر دسمبر۲۰۱۶ء)،ص۳۵۲

۶۔ محسن چنگیزی،غیر ضروری سچ،(کوئٹہ: اکادمی ہزارگی،۲۰۱۰ء)،ص۵۵

۷۔ دانیال طریر،معنی فانی،(کوئٹہ: مہر در انسٹیٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ پبلی کیشن،۲۰۱۲ء)،ص۷۹

۸۔ فیصل ریحان،نیو ورلڈ آرڈر(نظم)،مطبوعہ:تسطیر،ص۳۳۷

۹۔ غنی پہوال،خدا کو رحم نہیں آتا(نظم)،www.facebook.com،۲۹ر نومبر۲۰۱۷ء

۱۰۔ نوشین قمبرانی،وسائل(نظم)،مطبوعہ:سنگت(ماہنامہ)،(کوئٹہ: دسمبر۲۰۱۷ء)،جلد۲۱،شمارہ۲،ص۵

۱۱۔ محسن شکیل،قلم کے پھیلے آنسو(نظم)،مطبوعہ:اجرا،(کراچی: اکتوبر تا دسمبر۲۰۱۴ء)،کتابی سلسلہ۲۰،ص۱۳۷

۱۲۔ بلال اسود،6/6(نظم)،مطبوعہ:قلم کی روشنی،(سہ ماہی)،اکتوبر۔دسمبر۲۰۱۸ء،شمارہ۹،ص۱۵۲۔۱۵۳

۱۳۔ دانیال طریر،ص۹۶۔۹۸

۱۴۔ ذوالفقار یوسف،I am not your slave(نظم)،مطبوعہ:سنگت(ماہنامہ)،(کوئٹہ: نومبر۲۰۱۵ء)،جلد۸،شمارہ۱۲،ص۳۰

۱۵۔ منیر رئیسانی،خموشی بے ہنر ٹھہری،(کوئٹہ: مہر در انسٹیٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ پبلی کیشن،۲۰۱۷ء)،ص۴۸

۱۶۔ عمران ثاقب،چپ کی چاپ،(کوئٹہ: مہر در انسٹیٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ پبلیکیشن،۲۰۱۳ء)،ص۱۰۴

۱۷۔ احمد شہریار،معلوم اور نامعلوم کے بیچ(نظم)،مطبوعہ:سنگت،(کوئٹہ: نومبر۲۰۱۵ء)،جلد۸،شمارہ۱۲،ص فرنٹ ٹائٹل

۱۸۔ انجیل صحیفہ،آخری سستی نظم(نظم)،مطبوعہ:سنگت(ماہنامہ)،نظم ایڈیشن،ص۱۸

۱۹۔ سانی سید،سو اب کچھ بھی نہیں ہے(نظم)،مطبوعہ:سنگت (نظم ایڈیشن)،ص۴۹